علامہ اقبال اور قائداعظم کے فکری و نظریاتی روابط
(مکتوب اقبال کی روشنی میں)

فردوس ضیا

Firdous Zia

Ph.D Scholar, Department of Urdu

Lahore Garrison University, Lahore

Abstract:

It is admitted fact that Islam does not suppress unity of life. God and Universe. Body and Soul, state and temple are the parts of one unit. Allama Iqbal presented the idea of Pakistan and Quaid-e-Azam made this idea a practical model of his movement. Though they were two different string two different personalities but there was an ideological and theological in their vision. If we analyse the address of the Allahabad, Allama Iqbal has not used the word Pakistan, instead while presenting the concept of Islamic State, he made his proposed Islamic State a compulsory condition not only for the survival of Indian Muslims but also for the survival of Islam itself. Quaid-e-Azam also inter not preted only the difference of Social justice an Integrated, as well as gave message of national solidarity, determination and bravery to the nation. He negated theocracy and affirmed this state with inclination of Islam. Both the leaders were struggling for a separate homeland for the must of sub-continent. In the topic under consideration, we will analyse theories and ideologies of both the leaders in the contexts of those letters which were

written by Iqbal to Quaid-e-Azam.

اسلام کی بنیاد ہی پاکستان کا نظریہ ہے پاکستان کا مشہور نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ہے اسلام رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے یہ ایسے زریں اصولوں کا مجموعہ ہے جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں اور ہمیں زندگی گزارنے کے لیے ایک لائحہ عمل دیتے ہیں۔ اس سے راہنمائی حاصل کر کے فرزندان توحید زندگی کی کوہ پیمائی کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے بلاشبہ ہم کہہ سکتے ہیں پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے جو کہ دوقومی نظریے کے اصولوں پر قائم ہوئی۔ ورلڈ انسائیکلوپیڈیا میں نظریہ کی تعریف یوں رقم ہے:

> ''نظریہ ان سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جس پر کسی قوم کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں''۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

> ''نظریہ کسی خاص نظامِ فکر کی روشنی میں سیاسی مسائل کا ایسا تجزیہ ہے۔ جس میں عمل کا پروگرام بھی شامل ہو''۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانہ کے الفاظ:

> "Generally denotes a system of practical belief which develop by and characteristics of a group whose members have common political economic and religious or cultural bonds".

ان تعریفوں کی روشنی میں نظریہ پاکستان اس عقیدے کا نام ہے جو مذہب اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے افراد، جماعتوں، حکومت اور تمام قوتوں پر حاوی ہو اور اس سرزمین پر رائج ہو۔

اس عقیدے کو نظریہ پاکستان کے وجود میں لانے کے لیے دوقومی نظریہ کا تصور دیا گیا۔ نیز مسلمانوں کی قومیت صرف اور صرف اسلام مطلب رنگ نسل اور زبان نہیں بلکہ اس قوم کی بنیاد عقیدے پر ہے۔

نظریہ پاکستان وہ بنیاد ہے جس پر پاکستان کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ یا وہ اصول ہیں جو تشکیل پاکستان کا باعث بنے۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں اسلام کے مطابق انفرادی و اجتماعی زندگی کو ڈھالنا نظریہ پاکستان ہے۔ نظریہ پاکستان ایک ٹھوس عقیدے کا نام ہے اور اس منافی تصورات سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ یہ قیام پاکستان کا محرک بنا اور تحریک پاکستان کو وجود میں لایا۔

اِسی محرک کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا اور عملی جامہ قائد اعظم نے پہنایا اس سلسلے میں ڈاکٹر

صفدر محمود لکھتے ہیں:

> "As for Pakistan, ideology has deep roots in our history culture and national outlook, this factor has made largest contribution towards shaping our destiny and inspiring struggle for Pakistan. It means, use of ideological factor is inevitable to build political bridges of friendship".

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال کا کلام نہ صرف سوز و گداز کا مجموعہ ہے۔ بلکہ دانش و حکمت کا مرقع ہے۔ اور یہ ملی و قومی وحدت کا پیغامبر ہے اور زندگی کی وحدت کو اسلام سلب نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام خدا اور کائنات روح اور مادہ کلسیا اور ریاست ایک ہی کل کے مختلف اجزا ہیں۔ علامہ اقبال نے ایک جگہ فرمایا:

> ''از روئے شریعت محمدیہ مذہب اور سیاست میں کوئی فرق نہیں''۔
>
> مضمون اسلام اور خلافت مطبوعہ سوشیالوجیکل ریویو لندن

اِس طرح کی نظر ڈالیں تو ہم بخوبی اس حیثیت سے آگاہی حاصل کر لیتے ہیں کہ جو علامہ اقبال نے صدارتی خطبہ الہ آباد ۱۹۳۰ میں فرمایا:

> ''ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں ان میں کوئی چیز مشترک نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک جداگانہ حیثیت رکھے ہوئے ہیں۔ ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے۔ اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخابات اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہونا چاہیے''۔

مسلمانوں کی نگاہوں میں قوم اور وطن کا تصور نسلی امتیاز پیدا کر رہا تھا۔ انسانیت پرور مقاصد کا اثر اسلام میں کم ہو رہا تھا۔ یہ عین ممکن بات تھی کہ ایسے اصول نسلی احساسات فروغ پاتے قائم ہو جائیں۔ جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں بلکہ اس کے بالکل متضاد ہوں۔

اس کی وضاحت انھوں نے مارچ ۱۹۰۹ میں امرتسر کے منر ولاج میں اس طرح کی تھی۔

> ''میں خود بھی اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیاز کا مذہب اس

ملک سے ختم ہو جانا چاہیے۔ مگر اب میں سمجھتا ہوں۔ کہ قومی تشخص کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے مفید ہے۔ ہندوستان میں ایک مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال اگرچہ نہایت خوبصورت اور معنویت سے معمور ہے۔ تاہم موجودہ حالت اور قوموں کی نادانستہ اختصارے لحاظ سے نا قابل عمل ہے''۔

"It is the prime duty of all civilized nations to show atmost regard and reverence for the religious principles, cultural and social values of other nations. Since the muslims are a separate nation with their distinct cultural values and religious trends, and they want to have a system of their own liking. They should be allowed to live under such system considering their separate religious and cultural identity".

غیر سیاسی تصور کا جہاں تک وطن سے تعلق ہے۔ حب الوطنی کو عین ایمان اقبال بھی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ:

تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

۱۹۳۰ کے الہ آباد کے خطبہ صدارت میں ہی اقبال نے اسلامی ہندوستان کی مزید وضاحت یوں کی ہے:

''میری خواہش ہے کہ پنجاب صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے۔ خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے خواہ اس کے باہر مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظّم اسلامی قائم کرنا پڑے گی۔ اسلام اس ملک میں بحیثیت ایک تمدنی قوت کے جب ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے''۔

خطبہ الہ آباد میں لفظ پاکستان کہیں بھی استعمال نہیں ہوا لیکن اسلامی سلطنت کا تصور پیش کرتے ہوئے انھوں نے مجوزہ اسلامی مملکت کو نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ خود اسلام کی بقا کے لیے ایک بنیادی شرط قرار دیا۔

ہندوستان مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک ہے اگر اسلام کو ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک مخصوص علاقے میں اس کی مرکزیت قائم ہو۔

بانی پاکستان عظیم رہنما اور محبِ وطن قابل صد احترام ہستی محمد علی جناح نے جن الفاظ میں نظریہ پاکستان کی حقیقت کو طشت ازبام کیا اس کا جائزہ لینے کے لیے ایک حقیر سی مساعی کی ہے۔

امریکی مورخ سٹینلے والبرٹ قائداعظم کے کردار سے اتنا متاثر ہے کہ وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''جناح آف پاکستان'' کی ابتدا ہی ان الفاظ سے کرتا ہے۔

> ''بہت کم شخصیات تاریخ کے دھارے کو قابل ذکر انداز سے موڑتی ہیں۔ اس سے بھی کم وہ افراد ہیں۔ جو دنیا کا نقشہ بدلتے ہیں۔ اور ایسا تو شاید ہی کوئی ہو۔ جسے ایک قومی ریاست تخلیق کرنے کا اعزاز حاصل ہو۔ جناح نے یہ تینوں کام کر دکھائے''۔

قائداعظم سیکولر یعنی لادینی ریاست وحکومت کے سخت مخالف تھے۔ انھوں نے کئی دفعہ اس کی تکذیب کی تھی۔ ایک دفعہ آسٹریلیا کے عوام کے نام نشری پیغام یوں دیا تھا۔

> ''پاکستان تھیوکریسی نہیں ہوگا ہم محمد ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہیں۔ جن کی رو سے تمام انسان حقوق اور عزت و وقار کے لحاظ سے مساوی ہیں''۔

مدارس میں ۱۹۴۰ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قائداعظم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> ''مسلم لیگ کے نصب العین کا بنیادی اصول ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں کسی دوسری قومیت میں جذب کرنے یا ان کے نظریات کے ملکی تشخص کو مٹانے کے لیے جو بھی کوشش کی جائے گی اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ ہم نے اس امر کا تہیہ کر لیا ہے کہ ہم اپنے جداگانہ قومی تشخص اور جداگانہ حکومت کو قائم کر کے رہیں گے''۔

مسلمان ایک جدا اور الگ قوم ہے اور وہ ہندووں کے ساتھ ہرگز نہیں ہے اس لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ اور آزاد مملکت کا قیام اشد ضروری ہے ہماری ہندو دوست

اسلام اور ہندو مذہب کی اصل حیثیت کو سمجھنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاہب کو عام معنی میں لینا درست نہیں۔ دراصل یہ وہ الگ الگ جداگانہ تصور ہیں۔ اور یہ محض ایک خواب ہے ہ ہندو مسلم ایک متحدہ قوم بن کر اپنی زندگیاں گزاریں گے۔

۱۹۳۶ میں ایک روز علامہ اقبال کے ہاں قائداعظم محمد علی جناح کی دیانت اور قابلیت کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:

> ''مسٹر جناح کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا وہ خوبی کیا ہے آپ نے انگریزی میں کہا:

"He is Indorruptable and unpurchaseable".

''نہ تو وہ بدعنوان ہیں اور نہ انہیں خریدا جا سکتا ہے'' بات یہ ہے کہ انگریز نے ہندوستان میں پارلیمنٹری طرز حکومت کے نام سے اپنی شہنشاہیت کو مضبوط کرنے کا ایک جال بچھایا ہے جناح اس جال کے ایک گروہ سے واقف ہیں۔ کہ مسلمان اس نظام حکومت کے ماتحت کہیں خسارہ نہ اٹھائیں۔ اس لیے وہ اپنی سیاسی بصیرت کی روشنی میں مسلمانوں کو ہوشیار ہو جانے کی تلقین کرتے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح کو الگ وطن کے حصول کے لیے علامہ اقبال نے تیار بھی کیا اس بات کی شہادت ۲۱ جون ۱۹۳۷ کو آپ نے قائداعظم کو تحریر کیا کہ:

> ''آپ بہت مصروف آدمی ہیں مگر مجھے توقع ہے کہ میرے بار بار خط لکھنے کو آپ بار خاطر نہ خیال کریں۔ اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے۔ اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے''۔

جناح کے نام اقبال نے جو خطوط لکھے وہ اہم سیاسی دستاویزات ہیں ان خطوط میں برصغیر جنوب مشرقی ایشیا کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا ان خطوط کا جائزہ لیں تو آل انڈیا مسلم لیگ اور خاص طور پر پنجاب میں دوسری جماعتوں کے ساتھ الحاق اور اپنے منشور میں تبدیلی کی ضرورت آل انڈیا نیشنل کنونشن قانون ہند ۱۹۳۵ اور کمیونل ایوارڈ کے بارے مسلم پالیسی ہندو مسلم فسادات مسئلہ فلسطین شمال مغربی ہندوستان میں ایک مسلم ریاست کا قیام کی ضرورت و اہمیت شامل ہیں۔

علامہ اقبال کی یہ بھی شدید خواہش تھی کہ مسلم لیگ عوام الناس کی جماعت بنے اور عوام میں مقبولیت حاصل کرے اس لیے وہ مسلم لیگ کے واضح منشور چاہتے تھے تاکہ مسلم لیگ عوام الناس کے فلاح و بہبود کی ترجمانی کرے اس طرف توجہ دلانے کے لیے ایک نے ۱۰ مئی ۱۹۳۷ کو قائداعظم کو تحریر کیا کہ:

''میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کے آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں تا کہ مسلم لیگ کو عوام الناس کے قریب تر لایا جائے جنہوں نے اب تک مسلمانوں کے بالائی متوسط طبقے کی سیاسی سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی متوسط مسلمان طبقے کو شکایت ہے۔ کہ ہمارے لیڈروں کو صرف اپنے عہدوں سے دلچسپی ہے اور یہ کہ حکومت کے مختلف محکموں میں خالی اسامیاں یونینسٹوں کے رشتہ داروں یا دوستوں کے لیے مخصوص کر دی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا متوسط طبقہ سیاسی معاملات میں عدم دلچسپی لیتا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کی شکایت بجا ہے مجھے امید ہے کہ آپ لیگ کے دستور میں چند مناسب ترمیمات کے بارے میں ضرور غور کریں گے۔ جس سے عوام الناس میں لیگ اور اس کی سرگرمیوں کے ضمن میں بہتر توقعات پیدا ہوں گی''۔

اس کا خاطر خواہ یہ نتائج نکلے کہ ۱۹۳۶ میں قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم کو از سر نو دوبارہ سے پورے ملک کا دورہ کر کے منظّم کیا۔

۲۹ اپریل ۱۹۳۶ کو علامہ اقبال سے دورہ پنجاب لاہور کے دوران ملاقات کی اور آپ سے مسلم لیگ کی تنظیم نو کی درخواست کی۔ اس کے جواب میں علامہ اقبال نے فرمایا:

''اگر آپ اودھ کے تعلقہ داروں اور بمبئی کے کروڑ پتی سیٹھوں کی قسم کے لوگ پنجاب میں تلاش کریں گے تو یہ جنس میرے پاس نہیں میں صرف عوام کی مدد کا وعدہ کر سکتا ہوں''۔

اس ملاقات کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ قائد اعظم جیسے بھی غیر جذباتی شخص اپنی کرسی سے دو انچ اٹھے اور بڑے جذباتی انداز سے کہا:

''مجھے صرف عوام کی مدد درکار ہے''۔

بالآخر مسلم لیگ کی تنظیم نو کا کام ہوا اور پنجاب کی نمائندگی علامہ اقبال نے کی:

پنجاب میں مسلم لیگ کے لیے جوش و خروش بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے آپ یہ سن کر خوش ہوں گے پنجاب کے مختلف شہروں میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے (با قاعدہ) آغاز کے بغیر لیگ کی تقریباً ۲۰ شاخیں قائم ہو گئی تھیں۔

اقبال کا نظریہ فرد ملت کے ساتھ استوار تھا اور یہ نظریہ بڑا حقیقت پسندانہ حیثیت سے تعمیری تھا۔ وہ فرد کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں میں با مقصد دیکھنا چاہتے تھے۔ اقبال قدیم یونانی فلسفیوں

افلاطون اور ارسطو کی طرح نہ تو فرد کو ریاست کے تابع کر دیتے ہیں۔ اور نہ جدید کے مطابق مدر پدر آزاد ے ہونے کے حق میں تھے۔ ان کے نزدیک انفرادیت اور اجتماعیت کا خوبصورت امتزاج ہے۔ فرد کی اہمیت کے پیشِ نظر انھوں نے مسلم لیگ کی تنظیم نو اور منظم انداز میں لانے کی بارہا کوشش کی:

''میری تجویز ہے کہ مسلم لیگ ایک مناسب قرارداد کی صورت میں
کمیونل ایوارڈ سے متعلق اپنی پالیسی کا اعلان یا مکرر وضاحت
کرے''۔

علامہ اقبال نے ۷ اکتوبر کے خط میں واضح طور پر لکھا کہ ان کی تجویز کے مطابق مسلم لیگ اپنی کوئی واضح پالیسی کا اعلان کرے اس کی مزید وضاحت وہ اپنے اگلے خط جو انھوں نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ کو لکھا اس میں کی۔

''آپ کے مطالعہ سے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی منظور کردہ قرار
داد گزر چکی ہوگی آپ کے بروقت اقدام نے صورتحال کو بچا لیا۔ ہم
سب کانگرس کی قرار داد پر آپ کے تاثرات کے منتظر ہیں۔
ٹریبیون لاہور نے پہلے ہی اس پر تنقید کی ہے اور ہندوؤں کی رائے
بھی بالعموم اس کی خلاف ہوگی لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق
ہے اس کا اثر خواب آور نہ ہونا چاہیے ہمیں تنظیم کا کام پہلے سے
زیادہ گرم جوشی کے ساتھ جاری رکھنا ہے۔ اور اس وقت تک دم نہیں
لینا۔ جب تک پانچ صوبوں میں مسلم حکومتیں قائم نہیں ہو جاتیں
نیز بلوچستان میں بھی اصلاحات کا نفاذ نہیں ہو جاتا''۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ کے خطبہ الہ آباد کی صدارت کے دوران علامہ اقبال نے پاکستان کا نظریہ اخذ کر لیا تھا۔

''مغربی جمہوریت کا اصول ہندوستان پر فرقہ واری گروہوں کی
اہمیت تسلیم کیے بغیر منطبق نہیں کیا جا سکتا اس لیے مسلمانوں کا مطالبہ
ہے کہ ندوسان کے اندر ایک اسلامی ہندوسان قائم کیا جائے بالکل
حق بجانب ہے''۔ (۷ اکتوبر ۱۹۳۷)

اقبال ہندوستان کے مسئلے کو قومی نہیں بلکہ بین الاقوامی سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں ہندوستان میں بہت سی ملتیں آباد ہیں۔ اور ان میں سے دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان ہیں اور ان کے لیے حق خود ارادیت بے حد ضروری ہے۔ اقبال کے دیباچے کو محمد علی نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

''ان کے خیالات (اقبال کے) حقیقی طور پر میرے اپنے خیالات

سے ہم آہنگی رکھتے تھے اور بالآخر میں بھی بڑی احتیاط تجزیے اور ہندوستان کے دستوری مسائل کے مطالعے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا یہ نتیجہ مسلم ہندوستان کے اس اجتماعی ادارے میں اس وقت پر ظاہر ہوا جو آل انڈیا مسلم لیگ کے لاہور رزولیوشن یا جیسا کہ وہ عام طور پر مشہور ہے پاکستان رزولیوشن میں موجود ہے اور جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو پاس کیا گیا۔"

جناح کے نام اقبال نے جتنے بھی خطوط لکھے اس میں بار بار انھوں نے نہ صرف ان کی تجویز تھی کہ اس پر زور دیا کہ مسلمانوں کا فرقہ واری بنیاد پر ہندوستان کے شمال مغربی حصے میں کوئی مستقبل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ مسلمانوں کو معاشی طور پر بھی مضبوط کرنا پڑے گا۔ دونوں کے نقطہ نظر میں مشابہت ہے۔ اقبال اور قائداعظم کے درمیان فکری اور نظریاتی روابط کی عکاسی کے ساتھ یہ خطوط پاکستان کی اساس کا بھی تعین کرتے ہیں۔

برصغیر کے مسلمانوں کا مسئلہ فیصلہ کن مراحل میں داخل نہیں ہو رہا تھا اس فکری انتشار کے زمانے میں اقبال کی سیاسی بصیرت نے منزل کی نشاندہی کی اور قائداعظم اس منزل کے خطوط کی جانب اپنے قافلے کو گامزن کیا۔ قائداعظم نے بھی علامہ اقبال کو ۱۹ اگست ۱۹۴۱ کو خراجِ تحسین پیش کیا:

"Every great movement has a philosopher and Iqbal was the philosopher of the National Renaissance of Muslim India. He in his works has left, an exhaustive and most valuable legacy behind him and a message not only for the Musalmans but for all other nations of the world. His works should therefore, be read and digested by every Musalman to create solidarity, and we should all try to organize the Muslims throughout India economically, educationally, socially and politically."

حوالہ جات

۱۔ عبدالرحمان، جوہرا قبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز،۱۹۷۸ء،ص:

۲۔ سردار محمد چوہدری، قائداعظم محمد علی جناح بیسویں صدی کا سب سے بڑا انسان، لاہور: تخلیقات،۲۰۰۱ء،ص:

۳۔ محمد علی چراغ، قائداعظم کے مہ وسال، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء،ص:

۴۔ محمد اقبال، اقبال کے خطوط جناح کے نام، مترجم: جہانگیر عالم، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان

☆......☆......☆